تعارف وتبصرہ

عہد نبوی کا تمدّن پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، 1781 حوض سوئی والان، نئی دہلی-۲۵، ۲۰۱۰ء، ص۸۰۸، قیمت-/۴۰۰ روپے

سیرتِ نبوی کے مختلف پہلوؤں پر دنیا کی تمام زبانوں میں لاکھوں کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں۔ پھر بھی مصنّفین و محققین کی جودتِ طبع بحث و تحقیق کے نئے نئے پہلو تلاش کرلیتی ہے۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی موجودہ دور کے ان سیرت نگاروں میں ہیں جنھوں نے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر عصری اہمیت کی حامل متعدد وقیع کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت (اردو، انگریزی) غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، عہدِ نبوی کا نظام حکومت، وحیِ حدیث، مکی اسوۂ نبوی۔ مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، سنتوں کا تنوّع، رسولِ اکرم ﷺ اور خواتین اور مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اب عہدِ نبوی کے تمدن کے موضوع پر ان کی کتاب بڑے آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آئی ہے۔

سیرت کے بعض پہلوؤں پر علمی و تحقیقی کام نسبتاً زیادہ ہوا ہے اور بعض پہلوؤں پر کم۔ عہدِ نبوی کا تمدن کیسا تھا؟ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے خوردونوش اور رہن سہن کی چیزیں کیا تھیں؟ آرائش و زیبائش اور تفریحات وتقریبات کے سلسلے میں ان کے معمولات کیا تھے؟ اس سلسلے کی معلومات کتبِ حدیث اور مصادرِ سیرت میں منتشر طور پر تو مل جاتی ہیں، لیکن ان کا تجزیاتی اور مبسوط مطالعہ غالباً اب تک نہیں ہوا تھا۔ یہ سعادت فاضل مصنف کے حصہ میں آئی ہے۔ انھوں نے جتنی باریکی اور تفصیل کے ساتھ اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے، اس سے امید ہے کہ ان کا کام بعد کے محققین کے لیے مرجع بنے گا۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں عہد نبوی کے ماکولات و مشروبات کا تعارف کرایا گیا ہے اور کھانے کے اوقات، کھانا پکانے کی ترکیبوں، خاص تقریبات کے کھانوں، آں حضرت ﷺ اور صحابۂ کرام کی دعوتوں اور ہدایائے طعام کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ باب دوم ملبوسات پر ہے۔ اس میں لباسوں کی

اقسام، ان کے استعمالات اوران کی سماجی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ اسی بحث میں موزوں اور جوتوں کا بھی ذکر ہے۔ تیسرا باب آرائشِ بدن کے مختلف پہلوؤں سے تعرّض کرتا ہے۔ اس میں آرائشِ گیسو کے علاوہ عطریات اور زیورات کے تمدنی وسماجی استعمال کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ چوتھا باب عہدِ نبوی کے مکانات اوران کے لوازم، ظروف اوراسبابِ زیست سے بحث کرتا ہے۔ پانچویں باب میں مختلف سماجی تقریباتِ خوشی وغم کا ذکر ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کھیلوں کا بھی بیان ہے۔ (مصنف نے اپنی 'تقدیم' میں مشتملاتِ کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے، لیکن فہرست مضامین میں ان کی تقسیم صرف تین ابواب میں ہے۔)

اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اپنے مباحث اور نتائج فکر کی بنیاد کتبِ حدیث: صحاح ستہ وموطا امام مالک وغیرہ پر رکھی ہے۔ ساتھ ہی قدیم مصادرِ سیرت نبوی وسیرتِ صحابہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے ہر بات کے لیے کثرت سے حوالے دیے ہیں، حتیٰ کہ الفاظِ حدیث نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی ایک خرابی بھی ہے، جسے فاضل مصنف 'ضروری خرابی' قرار دیتے ہیں کہ اس میں واقعات وبیانات کی بہ کثرت تکرار ہے۔ بعض احادیث کا حوالہ دسیوں بیسیوں جگہ آیا ہے۔ شاید مختلف ابواب وفصول میں زیرِ بحث آنے والے نکات کو مستند ومدلّل بنانے کے لیے ایسا کرنا ضروری بھی تھا۔

یہ کتاب تمدن کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتی۔ 'عہدِ نبوی کی تجارت' پر تو مصنف نے مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ عہدِ نبوی کی زراعت، پیشۂ طبابت اور دیگر پیشے، سواریاں، اسلحہ، نظام قضا وسزا اور تمدن کے دیگر مظاہر کے تذکرہ سے بھی خالی ہے۔ اس کا عذر انھوں نے یہ پیش کیا ہے کہ ''کتاب کی ضخامت پہلے ہی زیادہ ہوچکی ہے، دوسرے ابوابِ تمدن کے لیے جگہ اور ہمت کہاں سے لاتا !!'' (ص ۱۸)

ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کتاب کے شروع یا آخر میں ایک بحث تمدن کی دینی وشرعی حیثیت پر کی جانی چاہیے تھی۔ مصنف نے 'ازارِ نبوی' پر بحث کے ضمن میں اس کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا ہے اور تفصیل کے لیے اپنی کتابوں 'مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء' اور 'سنتوں کا تنوع' کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ (ص ۳۰۵-۳۰۶) اس موضوع

پر ان کے بعض بیانات کنفیوژن پیدا کرنے والے ہیں۔ 'ازار' (تہبند) کے استعمال کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں: ''یہ ایک سماجی، تہذیبی اور معاشرتی قدر کا مسئلہ تھا۔ اس کی اپنی حیثیت صرف اتنی ہے کہ وہ لباسِ نبوی رہا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص صرف متابعتِ نبوی میں اس کا استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور اسے اچھا لباس بھی سمجھا جاسکتا ہے، مگر وہ سنت نہیں ہے'' (ص ۳۰۶) لیکن تھوڑی دیر بعد ہی وہ سرخ لباس استعمال کرنے کو 'سنتِ نبوی' قرار دینے لگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر سرخ جوڑا (حلّہ) زیب تن فرمایا تھا۔ محدثین کے نزدیک ایسا آپؐ نے بیانِ جواز کے لیے کیا تھا، مگر مصنف فرماتے ہیں: ''وہ محض جواز دکھانے کا معاملہ نہیں، بلکہ خالص سنتِ نبوی اور ایمانی تقویٰ کا نشان ہے''۔ (ص ۳۳۳)

بعض مقامات پر محسوس ہوتا ہے کہ بیانات میں احتیاط اور تعبیرات میں دقّت ملحوظ نہیں رہ سکی ہے۔ مثلاً ایک واقعہ یہ مذکور ہے کہ ''کھانا لگ چکا تھا کہ ایک عورت نے آتے ہی اس پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ آپؐ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: کہ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو'' (ص ۱۷۳) حدیث میں لفظ جاریۃ ہے۔ اس کا ترجمہ 'لڑکی' یا 'لونڈی' کرنا چاہیے۔ کیوں کہ احادیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا۔ ایک جگہ لکھا ہے: ''حضرت ام سلمہؓ نے حضرت ولید مخزومیؓ کی شہادت پر مجلس بکاء برپا کی'' (ص ۲۱۵) آں حضرت ﷺ نے میت پر نوحہ کرنے سے منع کیا ہے۔ اس لیے یہ تعبیر قابل احتراز ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ازواجِ مطہرات کے مکانات دو سے بڑھتے بڑھتے گیارہ تک پہنچ گئے'' (ص ۲۲۵) جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی تعداد بہ یک وقت نو سے زیادہ کبھی نہیں رہی، اس لیے مکانات بھی نو سے آگے کبھی نہیں بڑھے۔ مشہور صحابیٔ رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ 'وہ مدینہ کے مال دار، مخیّر اور فیاض لوگوں میں سے تھے (ص ۸۳، ۱۹۳) احادیث میں مذکور حضرت جابرؓ کے حالات جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب دل ضرور تھے، مگر صاحب مال نہ تھے۔

کتاب کی بعض بحثیں قارئین کے لیے بڑے خلجان کا باعث ہوں گی، کیوں کہ وہ واضح طور پر جادۂ اعتدال سے ہٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً متعدد احادیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کا استعمال مردوں کے لیے عام حالات میں

ممنوع قرار دیا تھا۔اسی بنا پر محدثین نے اس کی حرمت کی وضاحت کے لیے اپنے ابواب باندھے ہیں۔لیکن فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ ”متقدمین اور دوسرے محققین نے تحریم ریشم کے ابواب باندھنے سے گریز کیا ہے...تحریم کا عنوان وضمون بعد کے بزرگوں نے ایجاد کیا ہے۔اس کا بنیادی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کرام کے علم میں یہ بات تھی کہ ریشم کے استعمال کی حرمت نہیں ہے (ص ۴۲۹-۴۳۰) اس ضمن میں انھوں نے علامہ ابن حجرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: **حمل بعضهم النهي العام في ذلك على الكراهة** اوراس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ”ایک بڑے طبقۂ علماء نے اس کو کراہت پر محمول کیا ہے“ (ص ۴۳۰) لفظ ’**بعض**‘ کا ترجمہ ’بڑے طبقۂ علماء‘ کرنا ذاتی رجحان کا پتا دیتا ہے۔ اسی طرح کی بحث سونے (**ذهب**) کے سلسلے میں بھی کی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے سونے کا استعمال مردوں کے لیے ممنوع قرار دیا تھا۔لیکن مصنف نے متعدد صحابۂ کرام کے نام تحریر کیے ہیں جو وفاتِ نبوی کے بعد بھی سونے کی انگوٹھیاں پہنتے رہے، حتیٰ کہ بعض وہ صحابہ بھی جن سے ممانعت کی احادیث مروی ہیں (ص ۵۱۴-۵۱۷) اس سے غالباً وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ تھوڑی مقدار میں سونے کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ شریعت میں ریشم اور سونا دونوں کا استعمال عام حالات میں مردوں کے لیے ممنوع ہے۔عہدِ نبوی میں بسا اوقات ان کی اجازت ضرورۃً دی گئی تھی۔اس موضوع پر مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنے ایک مضمون بہ عنوان ’سامانِ تعیش اور اسلام‘ (مطبوعہ ماہ نامہ برہان دہلی، جولائی اگست ۱۹۷۸ء، جنوری فروری ۱۹۷۹ء) میں مفصّل اور مدلّل بحث کی ہے۔کتاب کے آخر میں ایک بحث مصنف نے ’موسیقی‘ کی اٹھائی ہے (ص ۵۹۷-۶۸۰) عہد نبوی میں خوشی ومسرت کے بعض مواقع پر چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں دف بجا کر گاتی تھیں۔آں حضرت ﷺ وہاں موجود رہتے تھے، پھر بھی انھیں منع نہیں فرماتے تھے۔ ہر جگہ مصنف نے ’موسیقی‘ کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس سے اس بات کا قوی اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے کہ قاری بہ آسانی ان واقعات سے موجودہ دور کی موسیقی کا جواز نکال لے۔

فاضل مصنف کا قلم الحمد للہ رواں دواں ہے۔امید کی جانی چاہیے کہ آئندہ وہ عہد نبوی میں تمدن کے ان پہلوؤں پر بھی تحقیق فرمائیں گے جن پر زیر نظر کتاب میں بحث نہیں کی جاسکی ہے۔

(محمد رضی الاسلام ندوی)